تاریخ اسلام

زندگانی پیغمبرؐ اسلام

ایک مذہبی اور سیاسی سفر

آیت اللہ جعفر سبحانی

ہجرت کا چھٹا سال اپنی تلخ اور شیریں یادوں کے ساتھ گزرتا جارہا تھا۔ اچانک پیغمبر اکرمؐ نے ایک عمدہ اور پسندیدہ خواب دیکھا کہ مسلمان ''مسجد الحرام'' میں خانۂ خدا کے مراسم انجام دینے میں سرگرم ہیں۔ پیغمبرؐ نے اپنے دوستوں سے اس خواب کا تذکرہ کیا اور اسے فال نیک قرار دیتے ہوئے کہا کہ انشاء اللہ امتِ اسلامیہ بہت جلد اپنی دیرینہ خواہش پوری کرے گی۔[1]

ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ عمرہ کے لئے آمادہ ہوجائیں اور پڑوسی قبیلوں کو بھی، جو ابھی مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے، مدعو کیا کہ وہ لوگ بھی مسلمانوں کے ہمسفر بن جائیں۔ اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے یہ خبر عربستان کے ہر گوشہ میں پھیل گئی کہ مسلمان ''ذی القعدہ'' کے مہینے میں مکہ کی طرف روانہ ہورہے ہیں اور وہاں یہ لوگ ''عمرہ'' کے مراسم انجام دینے والے ہیں۔

یہ روحانی سفر، معنوی اور روحانی صفات کے علاوہ مختلف النوع سیاسی اور سماجی مصالح کا حامل اور جزیرۃ العرب میں مسلمانوں کی حیثیت کو دوبالا کرتے ہوئے عرب قوم کے درمیان توحید و یکتا پرستی پر منحصر دین کی تبلیغ و اشاعت کا باعث بھی تھا۔

اولاً عربستان کے مشرک قبیلوں کا یہ خیال تھا کہ پیغمبرؐ ان لوگوں کے تمام قومی اور مذہبی عقائد و مراسم، حتیٰ فریضۂ حج و عمرہ جو ان کے بزرگوں کی یادگار ہے، کے مخالف ہیں۔ اسی وجہ سے وہ لوگ محمد اور ان کے مذہب سے خوفزدہ اور مضطرب رہا کرتے تھے۔ اس موقع پر ''مراسم عمرہ میں'' محمدؐ اور ان کے اصحاب کی شرکت نے مشرکین کے خوف و وحشت و اضطراب میں کمی پیدا کردی اور ان لوگوں پر یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ پیغمبرؐ زیارت خانۂ خدا اور ان لوگوں کے مذہبی آداب و رسوم پر مشتمل فرائض کے نہ صرف مخالف ہیں بلکہ اس کو ایک لازم فریضہ تسلیم کرتے ہیں اور عربوں کے

۱۔ ''مجمع البیان''، جلد ۹ ص ۱۲۶

جد بزرگ حضرت اسماعیلؑ کی طرح ان دیرینہ مراسم کو زندہ اور باقی رکھنے کی بھرپور کوشش بھی کر رہے ہیں۔ چنانچہ اپنی اس راہ و روش کے ذریعہ لوگوں کے خوف کو کم اور ان کے دلوں کو جیت سکتے ہیں جو آنحضرتؐ کو اپنے قومی اور مذہبی مراسم اور طور طریقوں کا سو فیصد مخالف خیال کرتے تھے۔

ثانیاً اگر اپنی اس راہ و روش میں مسلمان کامیاب ہوجاتے ہیں اور ''مسجد الحرام'' میں اطمینان و آزادی کے ساتھ ہزاروں مشرک عربوں کی نگاہوں کے سامنے اسلامی اعتبار سے عمرہ کے فرائض انجام دے لیتے ہیں تو ان کا یہ عمل مذہب اسلام کی غیر معمولی تبلیغ و اشاعت کا باعث ہوگا کیونکہ اس زمانے میں عربستان کے تمام علاقوں سے مشرکین کی ایک بڑی تعداد اس مرکز پر جمع ہوگی اور عمرہ کے بعد وطن جاتے وقت وہ لوگ مسلمانوں کی خبر اپنے ساتھ لے جائیں گے اور اس طرح ان علاقوں میں بھی اسلام کی آواز پہنچ جائے گی جہاں اس زمانے میں پیغمبر اکرم کوئی مبلغ نہیں بھیج سکتے تھے۔ اس کے علاوہ مشرکین پر خود ان کی برادری والوں کا اثر زیادہ ہوگا۔

ثالثاً پیغمبر اکرمؐ نے مدینہ میں محترم مہینوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، ''ہم لوگ فقط خانۂ خدا کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں''۔ پھر تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ تلوار کے علاوہ وہ لوگ اس سفر میں کوئی اسلحہ اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ پیغمبرؐ کے اس حکم نے اکثر اجنبی لوگوں کو اسلام کی طرف متوجہ کردیا کیونکہ اسلام کے سلسلے میں کفار قریش جو تبلیغ کر رہے تھے، وہ پیغمبرؐ کے اس حکم کی روشنی میں باطل اور جھوٹی ثابت ہوگئی اور ان لوگوں نے خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا کہ دوسرے پیغمبروں کی طرح پیغمبر اسلامؐ نے بھی ان مہینوں میں جنگ کو حرام قرار دیتے ہوئے عرب کی قدیم روایات کو اپنی حقیقی روش پر باقی رہنے کی پرزور حمایت بھی کی ہے۔

اسلام کے قائد عظیم الشان اپنی جگہ پر یہ سوچ رہے تھے کہ اگر اس مقصد میں مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوجاتی ہے تو ان لوگوں کی دیرینہ خواہش پوری ہوجائے گی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ وطن سے دور پڑے ہوئے لوگوں کو اپنے رشتہ داروں اور دوستوں سے تجدید ملاقات کا موقع بھی مل جائے گا اور اگر قریش سرزمین حرم میں ان لوگوں کی آمد پر روک لگاتے ہیں تو عرب دنیا میں ان لوگوں کی کوئی حیثیت نہ رہ جائے گی۔

کیونکہ غیر جانبدار قبیلوں کے نمائندے عام طور پر یہ دیکھیں گے کہ قریش نے خانۂ کعبہ کی زیارت اور مراسم عمرہ انجام دینے کی غرض سے آنے والی اس جماعت کے ساتھ کیسی بداخلاقی کا مظاہر کیا جن

کے پاس ایک تلوار کے علاوہ، جو بالعموم ہر عرب مسافر کے ساتھ ہوا کرتی ہے، کوئی دوسرا اسلحہ موجود نہیں تھا۔ جبکہ ''مسجد الحرام''، ہر عرب کی ملکیت ہے اور قبیلہ قریش کو فقط اس کی تولیت سپرد کی گئی ہے۔

ایسی صورت میں مسلمانوں کی حقانیت پوری طرح واضح ہوجائے گی اور لوگوں کو قبیلہ قریش کی سینہ زوری اور زیادتی کا بھی پتہ چل جائے گا اور قریش ایک بار پھر مذہب اسلام کے خلاف عرب قبیلوں کے فوجی معاہدہ کی تشکیل میں ناکام ہوجائیں گے کیونکہ ان لوگوں نے ہزاروں زائرین کی نگاہوں کے سامنے مسلمانوں کو ان کے جائز حق سے محروم کردیا۔

پیغمبر اکرمؐ نے اس سلسلے میں بھرپور تجزیہ اور باقاعدہ غور وفکر کے بعد چودہ سو[1]، سولہ سو[2] یا اٹھارہ سو[3] افراد کے ساتھ مکہ کی طرف کوچ کا حکم جاری کردیا۔ مسلمانوں نے ''ذوالحلیفہ'' نامی مقام پر احرام باندھا۔ پیغمبر اکرم نے قربانی کے لیے ۷۰ اونٹ منتخب کئے اور ان کی پشت پر مخصوص علامت کے ذریعہ یہ نشاندہی بھی کردی کہ یہ قربانی کے اونٹ ہیں۔ درحقیقت اس عمل کے ذریعہ انہوں نے پوری طرح یہ واضح کردیا کہ ان کے اس سفر کا مقصد کیا تھا۔

پیغمبر اکرمؐ کی اطلاعاتی جماعت ان سے قبل مکہ کی طرف روانہ ہوگئی تاکہ اگر نصف راہ گزرنے کے بعد دشمن کی ''فوج'' سے ان لوگوں کا ٹکراؤ ہوجائے تو اس کی اطلاع فوراً پیغمبرؐ کو فراہم کردی جائے۔

پیغمبرؐ کی اطلاعاتی جماعت سے وابستہ ایک، مرد خزاعی نے 'عسفان'' کے قریب پیغمبرؐ کو یہ اطلاع دی کہ:

''قریش کو آپ لوگوں کے کوچ کی اطلاع مل چکی ہے۔ ان لوگوں نے اپنی فوجی طاقت کو ایک جگہ جمع کرتے ہوئے یہ قسم کھائی ہے کہ وہ آپ لوگوں کو سرزمین مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے''۔

شہر مکہ کے قریب میں واقع ''ذی طوی'' نامی جگہ پر قریش کے موثر لیڈران اور نامور افراد جمع ہوگئے ہیں اور مسلمانوں کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے اپنے بہادر سردار، ''خالد بن ولید'' کو دوسو مسلح سواروں کے ہمراہ ''کراع الغمیم'' نامی جنگل میں تعینات کردیا ہے جو ''عسفان'' سے آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ان مسلح سواروں نے اس جگہ محاذ آرائی کرلی ہے[4] اور ان لوگوں نے اس بات کا پکا ارادہ کرلیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو سرزمین مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے چاہے انہیں اپنی جان

۱۔ ''سیرہ ابن ھشام'' جلد ۲ ص ۳۰۹ ۲۔ ''روضۂ کافی'' ص۔ ۳۲۲ ۳۔ ''مجمع البیان'' جلد ۲ ص ۴۸۸
۴۔ ''بحار'' جلد ۲۰ ص ۳۳۰

ہی کیوں نہ گنوانی پڑے۔

پیغمبرؐ نے اس خبر کو سننے کے بعد ارشاد فرمایا ”قریش کے حال پر ترس آتا ہے۔ جنگ نے ان لوگوں کو نابود کردیا۔ کاش ان لوگوں نے ہمارے معاملے کو تمام بت پرست جماعتوں کے حوالے کردیا ہوتا تاکہ اگر وہ لوگ ہم پر غالب و کامیاب ہوجاتے تو انہیں اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوجاتی اور اگر میں ان لوگوں پر کامیاب ہوجاتا تو یا وہ لوگ اسلام قبول کرلیتے یا اپنی محفوظ فوجی ٹکڑیوں کی مدد سے میرے خلاف جنگ کرتے۔ خدا کی قسم! میں دین یکتا پرحق کی تبلیغ و اشاعت میں ہمہ تن سرگرم رہوں گا تاوقتیکہ خداوند عالم اس دین کو کامیاب و سربلند کردے یا مجھے اس کی تبلیغ میں شہادت نصیب ہوجائے۔“ اس کے بعد انہوں نے لوگوں سے رہنمائی طلب کرتے ہوئے ایسا راستہ معلوم کیا جس پر چلتے ہوئے وہ مکہ پہنچ جائیں لیکن راستہ میں ان کا ٹکراؤ خالد بن ولید سے نہ ہو۔ قبیلۂ ”اسلم“ کے ایک آدمی نے پیغمبرؐ کے قافلے کی رہنمائی کی ذمہ داری قبول کرلی اور نہایت مشکل سے پار کی جانے والی گھاٹیوں اور درّوں سے گذرتے ہوئے ان لوگوں کو ”حدیبیہ“ نامی جگہ پر پہنچا دیا۔ اس جگہ پر آنے کے بعد پیغمبرؐ کی سواری خود بخود ٹھہر گئی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ جانور خود سے نہیں رکا بلکہ حکم خداوندی کی پیروی میں اس جگہ ٹھہر گیا ہے تاکہ ہم لوگ اپنی آئندہ حکمت عملی آمادہ کرسکیں۔ اس کے بعد پیغمبر اکرمؐ نے حکم دیا کہ سب لوگ اپنی سواری سے نیچے آجائیں اور اسی جگہ پر اپنا خیمہ لگالیں۔

قریش کے مسلح سواروں کو پیغمبرؐ کے راستہ کا علم ہوگیا اور وہ لوگ فوراً ہی مسلمانوں کے قریب پہنچ گئے اگر پیغمبرؐ اپنے راستہ پر آگے بڑھنا چاہتے تو انہیں قریش کے مسلح سواروں کے درمیان سے انہیں موت سے ہمکنار کرتے ہوئے آگے بڑھنا پڑتا جبکہ تمام لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ پیغمبر اکرمؐ زیارت خانۂ خدا اور مراسم عمرہ ادا کرنے آئے ہیں اور ان کے اس سفر کا کوئی دوسرا مقصد ہرگز نہیں ہے اور قتل و غارتگری پیغمبرؐ کی حیثیت اور صلح پسندی کو نقصان پہنچاتی ہے۔ دوسری طرف ان مسلح سواروں کے قتل کے بعد بھی پیغمبرؐ کے راستہ میں آنے والی رکاوٹ، دور نہ ہوتی بلکہ قریش کی امدادی فوجی ٹکڑیاں یکے بعد دیگر محاذ پر آتی رہتیں اور جنگ و خونریزی ختم نہ ہوتی۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کے پاس سفر والے اسلحوں کے علاوہ کوئی دوسرا اسلحہ یا جنگی سازوسامان نہ تھا اور ایسی صورت میں مصلحت کا تقاضہ جنگ و خونریزی ہرگز نہیں تھا بلکہ گفتگو اور مذاکرہ کے ذریعہ ہی اس پریشانی سے نجات حاصل کی جاسکتی تھی۔

ان تمام پہلوؤں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے پیغمبرؐ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد

فرمایا ''اگر آج قریش مجھ سے کوئی ایسی چیز طلب کریں جو ان کے اور ہمارے درمیان تعلقات کے استحکام کا باعث ہو تو میں ان کی مطلوبہ چیز انہیں فوراً دے دوں گا اور آپس میں صلح و سلامتی کی راہ اختیار کرلوں گا۔[۱]

پیغمبرؐ کی یہ بات لوگوں کے کانوں تک پہنچی اور فطری طور پر دشمنوں کو بھی اس کی اطلاع حاصل ہوگئی۔ چنانچہ قریش نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ پتہ لگایا جائے کہ پیغمبر اکرمؐ کے اس سفر کا مقصد کیا ہے؟ ان لوگوں نے مقصد سفر سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے قریش کے نامور لوگوں کی ایک جماعت کو پیغمبرؐ کی خدمت میں بھیجا تاکہ مسلمانوں کے اس سفر کے حقیقی مقصد کے بارے میں اطلاع حاصل کرسکیں۔

نمائندگان قریش پیغمبرؐ کی خدمت میں

قریش نے اپنے متعدد نمائندے پیغمبرؐ کی خدمت میں ارسال فرمائے تاکہ وہ پیغمبر اکرمؐ کے اس سفر کا بنیادی مقصد معلوم کرسکیں۔

پہلے ''بدیل'' خزاعی قبیلہ ''خزاعہ'' کی چند نامور شخصیتوں کے ہمراہ قریش کے نمائندوں کی حیثیت سے پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اس سلسلے میں حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کی۔ پیغمبرؐ نے ان لوگوں سے کہا ''میں جنگ کے لیے نہیں بلکہ خانۂ خدا کی زیارت کے لئے آیا ہوں''۔ یہ نمائندے واپس چلے گئے اور سرداران قریش کے سامنے حقیقت بیان کردی۔ لیکن جلدی باور نہ کرنے والے سردارانِ قریش نے ان لوگوں کی بات قبول نہ کی اور کہنے لگے ''خدا کی قسم! ہم لوگ انہیں سرزمین مکہ میں داخل ہونے نہ دیں گے چاہے وہ خانۂ خدا کی زیارت کے لیے ہی کیوں نہ آئے ہوں''۔

دوسری مرتبہ ''مکرز'' نامی شخص نے نمائندہ قریش کی حیثیت سے پیغمبر اسلامؐ سے ملاقات کی۔ گفتگو کے بعد سردارانِ قریش سے ''بُدَیل'' کے بیان کی تصدیق کردی لیکن قریش نے ان دونوں لوگوں کی بات پر قطعی بھروسہ نہ کیا۔ تیسری بار ''حلیس بن علقمہ'' کو جو عرب تیر اندازوں کا سردار تھا، اس معاملے کی مکمل تحقیق کے لئے پیغمبرؐ کی خدمت میں ارسال کیا۔[۲] جیسے ہی رسول خداؐ نے دور سے حلیس کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے کہ اس شخص کا تعلق ایک پاکیزہ اور خداشناس

۱- ''لاتدعونی قریش الیوم الی خطة یسألوننی فیها صلة الرحم الااعطیتهم ایاها''۔ تاریخ طبری'' جلد ۲ ص ۲۷۲۔۲۷۰

۲- '' تاریخ طبری'' جلد ۲ ص۔۲۷۶ کے مطابق عروۃ ثقفی کے بعد وہ پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

گھرانے سے ہے۔ قربانی کے اونٹوں کو اس شخص کی طرف آزاد چھوڑ دو تا کہ اس شخص کو یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہ ہو کہ ہم لوگ جنگ کے لئے نہیں بلکہ خانۂ خدا کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔ جیسے ہی ''حلیس'' نے ان لاغر بدن اونٹوں کو دیکھا جو بھوک کی شدت کی وجہ سے ایک دوسرے کے بال نوچ کر کھا رہے تھے تو انہیں یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یہ قربانی والے اونٹ ہیں اور پیغمبرؐ زیارت خانۂ خدا کی غرض سے آئے ہیں۔ اس نے پیغمبرؐ سے کوئی رابطہ نہ کیا اور وہیں سے واپس چلا گیا اور سردارانِ قریش کے ساتھ نہایت شدت پسندانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے اس نے سردارانِ قریش سے کہا ''میں نے تم لوگوں کے ساتھ ہرگز یہ معاہدہ نہیں کیا کہ ہم خانۂ خدا، کے زائروں کو زیارت سے محروم کر دیں گے۔ اس سفر کے دوران زیارت کے علاوہ محمدؐ کا کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے۔ قسم اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم لوگوں نے محمدؐ کے داخلہ پر پابندی لگائی تو میں اپنے پورے قبیلے کے ساتھ، جو عرب کے مشہور تیرانداز ہیں، تم لوگوں پر حملہ کر کے تمہیں نیست و نابود کر ڈالوں گا''۔

''حلیس'' کی یہ بات قریش کو بہت ناگوار معلوم ہوئی اور اس کی مخالفت کی وجہ سے وہ لوگ خوفزدہ اور فکر کی گہرائیوں میں غرق ہوگئے۔ کچھ دیر بعد ان لوگوں نے ''حلیس'' کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''تم خاموش ہو جاؤ۔ ہم لوگ خود ہی ایسے راستے کا انتخاب کریں گے جس سے تم بھی راضی رہو۔

آخری مرحلہ میں قریش نے، عروۃ بن سعود ثقفی، کو پیغمبرؐ کی خدمت میں روانہ کیا۔ یہ لوگ عروۃ کی سوجھ بوجھ اور خیر خواہی سے غیر معمولی طور پر مطمئن تھے۔ ابتدائی مرحلہ میں عروۃ ان لوگوں کی نمائندگی قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ تھے کیونکہ سابقہ نمائندوں کے سلسلے میں قریش کی بداخلاقی انہیں اچھی نہیں لگی تھی۔ بہرحال ان لوگوں نے عروۃ کو اطمینان دلایا کہ ان لوگوں کو عروۃ کے مقام و مرتبہ کا بخوبی اندازہ ہے لہٰذا وہ ان پر خیانت کا الزام نہ لگائیں گے۔

مسعود کا بیٹا پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا ''اے محمدؐ! تم نے مختلف جماعتوں کو اپنے اردگرد جمع کر رکھا ہے۔ کیا تم نے اپنے وطن یعنی مکہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ دیکھو قریش تمہارے ہر حملے کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے اور تمہیں کسی قیمت پر مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے لیکن مجھے یہ ڈر لگ رہا ہے کہ کل کہیں یہ لوگ تمہیں تنہا چھوڑ کر الگ نہ ہٹ جائیں۔

جس وقت عروۃ نے یہ بات کہی ابوبکر پیغمبر کے قریب ہی کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے عروۃ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''تم غلط فہمی کا شکار ہوگئے ہو۔ پیغمبرؐ کے ساتھی ان سے ہرگز الگ نہیں ہوں گے۔ عروۃ نے ایک ماہر سفارت کار کی حیثیت سے محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کی حوصلہ شکنی کے لئے یہ تمام باتیں کہی تھیں۔ بہرحال اپنی بات کہنے کے بعد وہ خاموش ہوگئے۔

گفتگو کے دوران ابن مسعود بار بار اپنا ہاتھ پیغمبرؐ کی داڑھی کے قریب تک لے جاتا تھا۔ پیغمبرؐ کے قریب میں ''مغیرہ بن شعبہ'' کھڑے ہوئے تھے اور بار بار اس کا ہاتھ پکڑ کر متوجہ کر رہے تھے۔ ''ادب و احترام سے کام لو اور پیغمبرؐ کی شان میں جسارت و گستاخی نہ کرو۔ عروۃ بن مسعود نے پیغمبرؐ سے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ (یہ سوال اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ پیغمبرؐ کے ارد گرد کھڑے لوگوں نے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا) پیغمبرؐ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا'' یہ تیرا بھتیجہ اور شعبہ کا بیٹا مغیرہ ہے۔ عروۃ نے ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے اس سے کہا۔ ''اے مکار! کل ہی میں نے تیری عزت بچائی ہے۔ تو نے چند روز قبل اسلام قبول کرنے کے لئے قبیلہ ثقیف کے ۱۳ لوگوں کو قتل کر ڈالا تھا اور میں نے قبیلہ ثقیف کے درمیان جنگ کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ان لوگوں کا خوں بہا ادا کیا تھا۔

پیغمبرؐ نے عروۃ کی بات کاٹی اور اپنے سفر کا مقصد، جیسا کہ سابقہ نمائندوں سے بیان کر چکے تھے، اس کے سامنے بھی واضح کر دیا لیکن عروۃ کی دھمکیوں کا دندان شکن جواب دینے کے لئے وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور وضو کیا۔ ''عروۃ'' نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اصحاب و یاران پیغمبرؐ نے ان کے وضو کے پانی کی ایک بوند بھی زمین پر نہیں گرنے دی۔

عروہ اس جگہ سے اٹھا اور محفل قریش میں وارد ہوگیا۔ اس نے ''ذی طوی'' نامی مقام پر جمع سرداران قریش سے پیغمبر کے ساتھ اپنی ملاقات اور ان کے سفر کا مقصد بیان کر دیا۔ اپنی گفتگو کے دوران عروہ نے کہا کہ'' میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کو دیکھا ہے۔ شاہان کسری و قیصر روم اور حبشہ کے سلاطین کی شان و شوکت کا مشاہدہ کر چکا ہوں لیکن اپنی قوم کے درمیان ان لوگوں میں سے کسی کو وہ قدر و منزلت حاصل نہیں رہی جو اس وقت محمد کو اپنی قوم کے درمیان حاصل ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ان کے دوستوں نے ان کے وضو کے پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں گرنے دیا بلکہ اس پانی کو تبرک کی حیثیت سے آپس میں تقسیم کر لیا۔ اگر محمد کا ایک بال بھی زمین پر گرتا

ہے تو وہ لوگ فوراً اسے بڑے احترام سے اٹھالیتے ہیں اور سردارانِ قریش کو اس خطرناک موقع پر غوروفکر سے کام لینا چاہئے۔[1]

پیغمبر اسلامؐ نمائندہ روانہ کرتے ہیں

قریش کے نمائندوں نے اسلام کے رہبر عالی قدر سے متعدد بار رابطہ قائم کیا لیکن اس سے کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوا۔ لہٰذا پیغمبرؐ کا یہ سوچنا فطری تھا کہ نمائندگان قریش یا اپنے سرداروں کو حقائق سے آگاہ نہیں کرسکے یا نہیں کرنا چاہتے اور الزام و اتہام کے خوف کی وجہ سے وہ لوگ حقائق کو واضح طور پر بیان نہیں کرپائے۔ پس پیغمبر اکرمؐ یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ اپنا ایک نمائندہ ان سرداران شرک کی خدمت میں روانہ کریں تاکہ وہ ان لوگوں کو پیغمبرؐ کے اس سفر کے مقصد سے پوری طرح آگاہ کرسکیں اور انہیں یہ باور کراسکیں کہ اس سفر کا مقصد خانۂ خدا کی زیارت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

اس کام کے لئے قبیلہ ''خزاعہ'' کے ایک زبردست آدمی ''خراش بن امیہ'' کا انتخاب کیا گیا۔ پیغمبرؐ نے سواری کے لئے ایک اونٹ ان کے سپرد کردیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سردارانِ قریش کے پاس پہنچ گئے اور نہایت واضح انداز میں ان لوگوں کو حقائق سے مطلع کردیا۔ لیکن اقوام عالم کی رسومات و امیدوں کے برعکس، جس میں سفیر کو ہر ممکن حفاظتی ضمانت حاصل ہوا کرتی ہے، ان لوگوں نے ان کے اونٹ کو دوڑا لیا، اور ایسا لگتا تھا کہ وہ نمائندہ پیغمبرؐ کو قتل کرڈالیں گے لیکن عرب تیر اندازوں کی وساطت کی وجہ سے انہیں نجات مل گئی۔ بہرحال اس بزدلانہ حرکت کی وجہ سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ قریش صلح و سلامتی کے خواہاں نہیں ہیں بلکہ جنگ کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں۔

اس حادثہ کے کچھ ہی دنوں بعد قریش کے پچاس آزمودہ اور تجربہ کار نوجوانوں کو اس کام پر تعینات کیا گیا کہ جس علاقے میں پیغمبرؐ اور سپاہیان اسلام قیام پذیر ہیں وہاں گشت لگائیں اور اگر ممکن ہو تو ان لوگوں کے ساتھ مار پیٹ لوٹ کھسوٹ کریں اور کچھ مسلمانوں کو قیدی بنالیں۔ لیکن ان لوگوں کا یہ منصوبہ پوری طرح ناکام ہوگیا اور وہ لوگ خود سپاہیان اسلام کے ذریعہ اسیر کرکے پیغمبرؐ کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ ان لوگوں نے مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسائے تھے پھر بھی پیغمبر اکرمؐ نے حکم دیا کہ ان لوگوں کو آزاد کردیا جائے۔ اپنے اس اقدام کے ذریعہ پیغمبرؐ نے دوبارہ یہ ثابت کردیا کہ وہ صلح و سلامتی چاہتے ہیں اور جنگ و نبرد آزمائی کی طرف قطعی مائل نہیں ہیں۔[2]

۱۔ سیرۃ ابن ہشام'' جلد ۲ ص ۳۱۴ ''تاریخ طبری'' جلد ۲ ص۔ ۲۷۴۔۲۷۰

۲۔ ''تاریخ طبری'' جلد ۲ ص ۲۷۸

پیغمبرؐ دوسرا نمائندہ روانہ کرتے ہیں

ان تمام ناخوشگوار حوادث کے باوجود پیغمبر گرامی صلح و سلامتی کی طرف سے مایوس نہیں ہوئے۔ ان کی ہرممکن کوشش یہی تھی کہ مذاکرہ وگفتگو کے ذریعہ پریشانی ٹل جائے اور قریش نے مسلمانوں کے سلسلے میں جو باتیں ذہن نشین کر رکھی ہیں وہ غلط ثابت ہوجائیں اور مسئلہ کا مناسب حل نکل آئے۔ لہٰذا اس بار انہیں اپنی نمائندگی کے لئے ایسے شخص کا انتخاب کرنا تھا جس کے ہاتھوں سے کسی قریش کا قتل نہ ہوا ہو۔ پس علی، زبیر اور دیگر جانبازان اسلام، جو عرب اور قریش کے باطل افراد کے خلاف جنگ و نبرد آزمائی کے دوران ان کی ایک جماعت کو موت کے گھاٹ لگا چکے تھے، اس نمائندگی کی صلاحیت نہ رکھتے تھے۔ آخرکار انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ ذمہ داری عمر بن خطاب کو سونپ دی جائے کیونکہ اس وقت تک انہوں نے مشرکین میں سے کسی کا ایک قطرہ خون بھی نہیں بہایا تھا۔ عمر نے اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے معذرت طلب کرتے ہوئے فرمایا کہ "قریش سے میری جان کے لئے بڑا خطرہ ہے اور میرے خانوادہ کا کوئی بھی آدمی مکہ میں موجود نہیں ہے جو میری حمایت کرسکے البتہ میں آپ کو ایک ایسے آدمی کا نام بتاتا ہوں جو اس ذمہ داری کو حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے سکتا ہے۔ وہ شخص "عثمان بن عفان اموی ہیں جو ابوسفیان کے قریبی عزیز ہیں اور آپ کے پیغام کو سرداران قریش تک بخوبی پہنچا سکتے ہیں"۔

بہرحال یہ ذمہ داری عثمان کو سونپ دی گئی اور وہ مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ نصف راستہ طے کرنے کے بعد "ابان بن سعید بن عاص" سے ان کی ملاقات ہوگئی لہٰذا اسی کی پناہ میں وہ مکہ میں داخل ہوگئے۔ "ابان" نے وعدہ کیا کہ وہ کسی رکاوٹ کے بغیر پیغمبرؐ کا پیغام سرداران قریش تک پہنچادیں۔ قریش نے پیغمبرؐ کے پیغام کے جواب میں کہا "ہم لوگوں نے قسم کھا رکھی ہے کہ محمدؐ کو طاقت کے ذریعہ مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے اب اس قسم کی وجہ سے مکہ میں مسلمانوں کے داخلہ کے سلسلے میں گفتگو و مذاکرہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے عثمان کو اس بات کی اجازت بھی دے دی کہ وہ خانۂ کعبہ کا طواف بھی کرلیں لیکن انہوں نے پیغمبرؐ کے احترام میں طواف کرانے سے انکار کردیا۔ عثمان کے سلسلے میں قریش نے یہ طریقۂ کار اختیار کیا کہ ان کی واپسی میں رکاوٹیں کھڑی کردیں۔ ان لوگوں کا یہ خیال تھا کہ اس مدت کے دوران شاید

کوئی راہ حل پیدا ہوجائے۔[۱]

بیعت رضوان: پیغمبر کے نمائندہ کی واپسی میں تاخیر کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان ہلچل سی پیدا ہوگئی۔ جیسے ہی عثمان کے قتل کی خبر پھیلی، مسلمانوں کے درمیان غیر معمولی جوش وخروش پیدا ہوگیا اور ان لوگوں نے انتقام کی ٹھان لی۔ پیغمبرؐ نے بھی مسلمانوں کے ارادہ کو مزید ٹھوس اور مستحکم بنائے رکھنے کے لئے ان لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''معاملہ کو پوری طرح حل کئے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا''۔

ایسے نازک حالات میں جبکہ خطرہ سامنے تھا اور مسلمان جنگی سازوسامان کے ساتھ وطن سے باہر نہیں نکلے تھے، پیغمبرؐ نے مسلمانوں کے ساتھ اپنے معاہدہ کی تجدید کا فیصلہ کیا اور اس کام کو انجام دینے کے لئے وہ ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ تمام مسلمانوں نے بیعت و معاہدہ وفاداری کے طور پر ان سے ہاتھ ملاتے ہوئے یہ قسم کھائی کہ آخری سانس تک وہ لوگ اسلام کا دفاع کرتے رہیں گے۔ معاہدہ ''رضوان'' کی یہی وہ روداد ہے جو قرآن مجید میں اس طرح بیان کی گئی ہے۔[۲]

اس معاہدہ کے بعد مسلمانوں کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہوگیا کہ ان لوگوں کا فریضہ کیا ہے۔ یا قریش ان لوگوں کو خانۂ خدا کی زیارت کی اجازت دے دیں گے اور وہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں گے یا قریش کی سخت گیری کے خلاف ان لوگوں کو جنگ کرنی ہوگی۔ اسلام کے قائد عظیم الشان ابھی اسی فکری کشمکش میں لگے ہوئے تھے کہ انہیں تھوڑی دور پر عثمان کا چہرہ دکھائی پڑا۔ یہ بذات خود اس صلح کی خوشخبری تھی جو پیغمبرؐ کی دلی خواہش تھی۔ عثمان نے پیغمبرؐ کو تمام حقائق سے آگاہ کردیا۔ انہوں نے کہا کہ قریش کی سب سے بڑی پریشانی ان کی قسم ہے اور نمائندہ قریش اس سلسلے میں آپ سے گفتگو کرے گا تاکہ اس مشکل کا کوئی حل نکل سکے۔

سہیل بن عمرو کی پیغمبرؐ سے ملاقات و گفتگو

سرداران قریش کے خصوصی احکام کے بموجب، ''سہیل بن عمروؑ'' کو پانچویں بار اس کام کے لئے تعینات کیا گیا کہ وہ ایک مخصوص معاہدہ کے ذریعہ، جس کا تفصیلی ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا، اس جھگڑے کا کام تمام کردے۔ جیسے ہی پیغمبرؐ نے ''سہیل'' کو دیکھا کہنے لگے کہ ''سہیل'' ہمارے اور قریش کے درمیان معاہدہ صلح کی تشکیل کے لئے یہاں آئے ہیں۔ سہیل آئے اور پیغمبرؐ کے قریب ہی

۱- ''تاریخ طبری'' جلد ۲ ص۔ ۲۷۶ تا ۲۷۸ ۲-لقد رضی الله عن المومنین...... واثابھم فتحاً قریباً۔ سورہ فتح آیت ۱۸

بیٹھ گئے۔ اس کے بعد ایک ماہر سفارت کار کی حیثیت سے انہوں نے مختلف موضوعات پر گفتگو کی اور پیغمبرؐ کے دلی جذبات اور خفیہ خیالات ونظریات کو سمجھنے کے لئے انہیں بہت کریدا اور تحریک آمیز لہجے میں اپنی بات بھی کہی۔

سہیل نے اپنی گفتگو کے دوران کہا ''اے ابو القاسم! مکہ حرم اور ہم لوگوں کی عزت و آبرو کا مقام ہے۔ پوری عرب دنیا جانتی ہے کہ تم نے ہم لوگوں سے جنگ کی ہے۔ اگر تم موجودہ حالت میں، جو تمہاری طاقت و حاکمانہ قدرت کی مظہر ہے، سرزمین مکہ کے اندر داخل ہوگئے تو عربستان کے ہر گوشہ میں ہماری کمزوری و بیچارگی کا چرچا ہونے لگے گا اور آنے والے وقت میں جملہ عرب قبائل ہمارے علاقے پر اپنا قبضہ جمانے کی کوشش میں سرگرم ہوجائیں گے۔ میں تم کو اپنی قرابت داری کی قسم دیتا ہوں اور تمہیں تمہارے وطن عزیز سرزمین مکہ کے احترام کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں ......

ابھی سہیل اپنی بات پوری نہیں کرپائے تھے کہ پیغمبرؐ نے ان کی بات کاٹتے ہوئے فرمایا'' تمہارا مقصد کیا ہے؟''

سہیل نے جواب دیا'' درحقیقت سردارانِ قریش کا یہ خیال ہے کہ اس سال تم لوگ یہاں سے مدینہ واپس چلے جاؤ اور عمرہ کے مراسم کو آئندہ سال کے لئے ملتوی کردو۔ آئندہ سال دیگر عرب قبیلوں اور جماعتوں کی طرح مسلمان بھی مراسم حج میں شریک ہوں لیکن شرط یہ ہوگی کہ وہ مکہ میں تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں اور مسافرانہ اسلحے کے علاوہ وہ لوگ کوئی جنگی اسلحہ اپنے ساتھ لے کر نہ آئیں۔

سہیل اور پیغمبرؐ کے درمیان ہونے والی اس گفتگو کی وجہ سے مسلمانوں اور قریش کے سرداروں کے درمیان ایک مکمل اور وسیع معاہدہ کی زمین ہموار ہوگئی۔ وہ معاہدہ کی شرائط اور خصوصیات کے سلسلے میں غیر معمولی سخت گیری سے کام لے رہے تھے اور کبھی کبھی تو ایسا محسوس ہونے لگتا تھا کہ معاہدہ صلح عملی شکل وصورت اختیار نہ کرسکے گا اور گفتگو کا سلسلہ منقطع ہوجائے گا لیکن فریقین صلح وسلامتی کے خواہاں تھے اسی وجہ سے گفتگو کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوجاتا تھا اور دونوں اس کوشش میں سرگرم ہوجاتے تھے کہ صلح کی صورت نکل آئے۔

سہیل کی تمام سخت گیریوں کے ساتھ دونوں کی گفتگو ختم ہوگئی اور یہ طے پایا کہ جن باتوں پر موافقت ہوچکی ہے ان کے دو کتبی نسخے تیار کئے جائیں اور فریقین کے دستخط کے بعد دونوں کو ایک ایک نسخہ دے دیا جائے۔

جملہ سیرت نگاروں کا متفقہ بیان ہے کہ پیغمبرؐ نے علی کو طلب کیا اور فرمایا کہ معاہدہ صلح کو مندرجہ ذیل انداز میں تحریر فرمائیں:-

پیغمبرؐ نے امیرالمومنین سے فرمایا۔ لکھو:

''بسم الله الرحمٰن الرحیم'' ۔علی نے لکھ دیا۔

سہیل نے کہا: ''میں اس جملہ سے قطعاً واقف نہیں ہوں۔ میں ''رحمان'' اور ''رحیم'' سے ناآشنا ہوں۔ اس جملے کی جگہ پر یہ لکھو۔ ''باسمک اللھم'' یعنی ''اے خداوند! تیرے نام سے۔''

پیغمبرؐ نے موافقت کرتے ہوئے فرمایا ''جیسا سہیل کہتے ہیں ویسا ہی لکھ دیا جائے۔ علی نے ویسا ہی لکھ دیا اس کے بعد پیغمبرؐ نے حضرت علیؑ کو یہ لکھنے کا حکم دیا۔

''هذا ماصالح علیه محمد رسول الله''۔ یعنی یہ معاہدہ صلح عمل میں آیا ہے محمد رسول اللہ اور نمائندہ سرداران قریش سہیل کے درمیان۔

سہیل نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ ہم لوگ تمہاری رسالت و نبوت کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔ اگر ہم لوگ تمہاری رسالت و نبوت کے معتقد ہوتے تو تمہارے خلاف جنگ و نبرد آزمائی ہرگز نہ کرتے۔ تم اس جملہ کی جگہ اپنا اور اپنے والد کا نام لکھو اور اس جملہ کو معاہدہ کے متن سے حذف کردو۔

اس موقع پر بعض مسلمان اس بات پر قطعی راضی نہ تھے کہ پیغمبرؐ اس حد تک سہیل کے مطالبات کو تسلیم کرلیں لیکن پیغمبرؐ نے متعدد اعلیٰ مفاد و مصالح کو نگاہ میں رکھتے ہوئے، جس کی وضاحت آئندہ صفحات میں پیش کی جائے گی، سہیل کی یہ بات بھی مان لی اور علی کو حکم دیا کہ وہ لفظ ''رسول اللہ'' کو متن سے حذف کردیں۔

حضرت علیؑ نے انتہائی ادب و احترام کے ساتھ عرض کیا کہ ''میں ایسی جسارت نہیں کرسکتا ہوں کہ آپ کی رسالت و نبوت کو آپ کے اسم مبارک سے الگ کردوں۔'' پیغمبرؐ نے علی سے کہا کہ لاؤ میں خود اس لفظ کو متن سے حذف کردوں۔ علی نے پیغمبرؐ کو اس لفظ کی نشاندہی کی اور پیغمبر نے اپنے ہاتھوں سے ''رسول اللہ'' کے لقب کو متن سے پاک کردیا۔[1]

اسلام کے رہبر عالی قدر نے اس معاہدہ صلح کی ترتیب و تنظیم کے سلسلے میں جس عاجزی و

۱۔ ''ارشاد مفید'' ص۔ ۱۶۰ / ''اعلام الوریٰ'' ص ۱۰۶ / ''بحار'' جلد ۲۰ ص۔ ۳۶۸ / طبری نے اس سلسلے میں غلطی سے یہ لکھا ہے کہ خود پیغمبر نے اس جگہ اپنا نام لکھ دیا۔ ہم اس سلسلے میں ''مکتب وحی'' نامی کتاب میں تفصیلی تجزیہ پیش کرچکے ہیں۔

انکساری اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا، وہ پوری دنیا میں عدیم المثال ہے کیونکہ ان کی فکر مادی افکار اورنفسانی احساسات سے قطعی متاثر نہ تھی۔ ان کو اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ کسی لفظ کے لکھنے یا حذف کر دینے سے حقائق اور واقعیت میں تبدیلی نہیں ہوا کرتی ہے۔ اسی وجہ سے صلح کی بنیادوں کی حفاظت کی خاطر انہوں نے سہیل کی جملہ سخت گیری کے مقابلے میں نرمی سے کام لیتے ہوئے ان کی ہر بات تسلیم کر لی۔

تاریخ دہرائی جاتی ہے: مکتب پیغمبرؐ کے پہلے ممتاز شاگرد حضرت علی علیہ السلام کو بھی ایسی ہی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا چنانچہ دونوں حوادث کے درمیان غیر معمولی مطابقت دکھائی دیتی ہے۔ پہلے موقع پر جب امیرالمومنین علیہ السلام نے لفظ ''رسول اللہ'' کو صلح نامہ سے حذف کرنے سے انکار کر دیا تھا تو پیغمبر اکرمؐ نے علی کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے چچا زاد بھائی کو مستقبل میں رونما ہونے والے ایسے ہی ایک حادثہ سے باخبر کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''علی! ان لوگوں کی اولاد تمہیں ایسے ہی عمل کو انجام دینے کی دعوت دیں گے اور تم بڑی مظلومیت کے ساتھ اس کام کو انجام دینے کے لئے راضی ہو جاؤ گے''۔[۱]

یہ بات حضرت علی کے ذہن میں محفوظ تھی یہاں تک کہ جنگ صفین کا حادثہ رونما ہوا اور ان کے سادہ لوح ساتھی سپاہیان شام کے فریب آمیز مظاہروں سے متاثر ہو گئے۔ واضح رہے کہ جنگ صفین کے دوران معاویہ اور عمرو عاص کی سپہ سالاری میں سپاہیان شام حضرت علیؑ کے خلاف جنگ کر رہے تھے۔ شامی فوج کی مکاری نے علی کے ساتھیوں کو اس درجہ متاثر کر دیا کہ ان لوگوں نے علی کو جنگ روکنے اور صلح کی تجویز کو قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔

صلح نامہ لکھنے کے لئے ایک جماعت کی تشکیل عمل میں آ گئی۔

امیرالمومنین نے ''عبیداللہ بن ابی رافع'' کو مقرر کیا کہ وہ صلح نامہ کی عبارت اس طرح لکھیں۔

''هذا ما تقاضى عليه اميرالمومنين علي''۔ اس موقع پر فوج شام اور معاویہ کے سرکاری نمائندہ ''عمرو عاص'' نے حضرت علی کے کاتب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''علی اور ان کے والد کا نام لکھو کیونکہ اگر ہم لوگوں نے انہیں سرکاری طور پر امیرالمومنین تسلیم کر لیا ہوتا تو ان کے خلاف جنگ ہرگز نہ کرتے۔ اس سلسلے میں بحث طولانی ہوتی گئی۔ امیرالمومنین اس بات کے لئے ہرگز آمادہ نہ تھے

۱- کامل'' جلد ۲ ص ۱۳۸ '' بحار'' جلد ۲۰ ص ۔ ۳۵۳

کہ ان کے سادہ لوح ساتھیوں کو کوئی بہانہ مل جائے۔ باہمی کشمکش میں کافی وقت گزر گیا یہاں تک کہ اپنے ایک فوجی افسر کے اصرار پر انہوں نے یہ بات مان لی کہ لفظ امیرالمومنین کو صلح نامہ سے حذف کردیا جائے۔اس کے بعد انہوں نے ارشاد فرمایا۔

"الله اکبر سنّة بسنّة"۔ یہ روش پیغمبرؐ کی روش کے مطابق ہے۔" اس کے بعد انہوں نے لوگوں کو حدیبیہ کی داستان اور پیغمبرؐ کے ارشادات سنائے۔[۱]

(باقی آئندہ شمارہ میں)

۱۔"کامل" جلد ۳ ص ۱۶۲